حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب

تصنیف

ڈاکٹر محمد احمد اشرف

شائع کردہ: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب

جوانی کی عمر میں دین کی طرف توجہ کرنا اور دینی مہمات کیلئے قربانیاں پیش کرنا ایک مشکل کام ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جوانی کی عمر ہے۔ ابھی بہت وقت پڑا ہے۔ وقت آئے گا تو دین کی طرف بھی توجہ کرلیں گے۔ لیکن درحقیقت یہ سوچ درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور برگزیدہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو آغاز سے ہی اپنی توجہ کو اپنے معبود کی طرف پھیر لیتے ہیں۔

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب بھی ایک ایسے ہی پاک وجود تھے جنہوں نے نوجوانی میں سچائی کو قبول کیا اور تادمِ آخر اخلاص و وفا کے ساتھ اس پر قائم رہے۔ یہ وہ پاک وجود ہیں جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور ہر ایک احمدی بچے اور نوجوان کیلئے مثال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان نیک نمونوں کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام

خاکسار

فرید احمد نوید

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

پیش لفظ

پیارے دوستو! حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب بچپن سے ہی حق کی سچی تلاش میں تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ملاقات حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کروائی۔ آپ حضرت اقدس علیہ السلام کے پرانے خدام میں سے تھے۔ آپ ان چند خوش نصیب چشم دید گواہوں میں سے ایک ہیں کہ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا وہ دور بھی دیکھا جب آپ علیہ السلام اپنے ایک یا دو خدام کے ساتھ بیت مبارک میں نماز ادا کرتے اور پھر اس زمانہ کو بھی پایا جب اللہ تعالیٰ کے الہام کے مطابق لاکھوں افراد نے قادیان کا رخ کیا یہاں تک کہ قادیان کے راستوں پر گڑھے پڑ گئے۔ خود بھی بے مثال خدمت بجالائے اور ہمارے لئے بھی اعلیٰ درجہ کا قابل تقلید نمونہ چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔ آمین

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے اس بابرکت موقع پر خلافت کے جانثاروں کے بارے میں تعارفی کتب شائع کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ زیر نظر کتاب مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب کے قلم سے لکھی گئی ہے، اور یہ اس کتاب کی پہلی طباعت ہے۔ خاکسار اس کتاب کی تیاری میں مکرم مدثر احمد مزمل صاحب اور مکرم منصور احمد ضیاء صاحب کی معاونت کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

والسلام

خاکسار

حافظ محمد ظفر اللہ کھوکھر

مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب

ایک سعید فطرت نوجوان دُنیا کی رعنائیوں اور فانی لذّتوں سے مُنہ موڑ کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے میل ہا میل کا فاصلہ طے کر کے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پاک مسیح کی خدمت میں قادیان حاضر ہو جاتا ہے۔ خدا اور اُس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کے بعد اُس کا دل آپ کی محبت سے لبریز ہے۔ وہ آپ کی صحبت میں رہ کر نہ صرف اپنی رُوحانی پیاس بجھاتا ہے اور آپ سے فیض حاصل کرتا ہے بلکہ آپ کی طرف سے جو کام بھی اُس کے سپرد کیا جائے وہ بہت توجہ اور اخلاص سے اُسے سرانجام دیتا ہے اور ہمیشہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھتا ہے۔

ایک مرتبہ ایسا ہؤا کہ وہ قادیان آیا اور امام الزمان کے کسی کام میں مصروف تھا کہ ملازمت سے اُس کی چھٹی کی میعاد ختم ہوگئی۔ اُس نے مسیحِ پاک سے واپس جانے کے لئے نہایت ادب سے اجازت طلب کی تو حضور نے فرمایا کہ ابھی ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ اُس نوجوان نے مزید رُخصت کے لئے دِرخواست بھجوادی۔ مگر جس محکمہ میں وہ ملازم تھا اُس کی طرف سے جواب آیا کہ مزید چھٹی نہیں مل سکتی۔ اُس نوجوان نے ساری بات مسیح پاک کی خدمت میں عرض کر دی۔ حضور نے پھر بھی فرمایا کہ ابھی ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ اُس صالح نوجوان نے خدا کی رضا کے لئے ملازمت کے رہنے نہ رہنے کا خیال ہی نہیں کیا اور اُس نے پاک مسیح کی کمال اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھ دیا کہ میں ابھی ملازمت پر نہیں آ سکتا۔ اِس پر محکمہ والوں نے اُسے Dismiss یعنی ملازمت سے برخاست کر دیا۔ کئی مہینے وہ مسیح پاک کے ارشاد کی تعمیل میں قادیان ٹھہرا اور جب

قادیان سے واپس گیا تو اللہ تعالیٰ کا سلوک دیکھئے کہ محکمہ والوں نے اس کی لمبی غیر حاضری کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کی بلکہ یہ سوال اُٹھا دیا کہ جس افسر نے اُنہیں برخاست کیا تھا اُس افسر کا یہ حق نہیں تھا کہ وہ انہیں ڈسمس کرتا۔ چنانچہ مسیح پاک کا یہ عاشقِ صادق اور فرمانبردار نوجوان نہ صرف اپنی ملازمت پر بحال کیا گیا بلکہ اسے اُن سب مہینوں کی تنخواہ بھی مل گئی جو وہ قادیان گزار آیا تھا۔ یہ صالح نوجوان حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب تھے۔ جن کے بارے میں خود امام الزمان مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ’’حبّی فی اللہ میاں عبداللہ سنوری۔ یہ جوان صالح اپنی فطرتی مناسبت کی وجہ سے میری طرف کھینچا گیا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اُن وفادار دوستوں میں سے ہے جن پر کوئی ابتلاء جنبش نہیں لاسکتا۔ وہ متفرق وقتوں میں دو دو تین تین ماہ تک بلکہ زیادہ بھی میری صحبت میں رہا اور مَیں ہمیشہ بنظرِ اُمعان (یعنی گہری نظر سے۔ناقل) اس کی اندرونی حالت پر نظر ڈالتا رہا ہوں۔ سو میری فراست نے اس کی تہہ تک پہنچنے سے جو کچھ معلوم کیا وہ یہ ہے کہ یہ نوجوان درحقیقت اللہ اور رسول کی محبت میں ایک خاص جوش رکھتا ہے۔ اور میرے ساتھ اس کے اس قدر تعلق محبت کے بجز اس بات کے اور کوئی بھی وجہ نہیں جو اس کے دل میں یقین ہو گیا ہے کہ یہ شخص محبّانِ خدا اور رسول میں سے ہے اور اس جوان نے بعض خوارق اور آسمانی نشان جو اس عاجز کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے بچشمِ خود دیکھے ہیں جن کی وجہ سے اُس کے ایمان کو بہت زیادہ

> فائدہ پہنچا۔ الغرض میاں عبداللہ نہایت عمدہ آدمی اور میرے منتخب محبّوں میں سے ہے اور باوجود تھوڑے سے گزارہ ملازمت پٹوار کے ہمیشہ حسبِ مقدرت اپنی مالی خدمت میں بھی حاضر ہے اور اب بھی بارہ روپیہ سالانہ چندہ کے طور پر مقرر کر دیا ہے۔ بہت بڑا موجب میاں عبداللہ کے زیادت خلوص و محبت و اعتقاد کا یہ ہے کہ وہ اپنا خرچ بھی کر کے ایک عرصہ تک میری صحبت میں آ کر رہتا رہا اور کچھ آیاتِ ربّانی دیکھتا رہا۔ سو اس تقریب سے رُوحانی امور میں ترقی پا گیا۔ کیا اچھا ہو کہ میرے دوسرے مخلص بھی اس عادت کی پیروی کریں۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۳۱)

تعارف

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب اُن چند خوش نصیب ابتدائی فدائیوں میں شامل وہ بابرکت وجود ہیں جنہیں اس زمانے کے مامور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر، لمبے عرصہ تک آپ کی بابرکت صحبت میں رہ کر آپ کے نور سے مستفیض ہونے، علم و عرفان کے خزانے سمیٹنے اور آپ کی خدمت میں کمر بستہ رہنے کی توفیق ملی اور الٰہی نشانات کا بچشم خود مشاہدہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک عظیم الشان منفرد نشان کے چشم دید گواہ اور اُس کے ظاہری ثبوت کے حامل بھی تھے۔

پھر ایک اور عظیم خوش بختی آپ کی یہ ہے کہ رب دو جہان نے اپنے پیارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے کئی معاملات کے بارہ میں الہامًا آگاہ فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

خدا کے پاک مسیح نے متعدد مقامات پر اپنی زبان مبارک سے، پھر اپنی کتب اور خطوط میں آپ کے اخلاص اور محبت کا شیریں تذکرہ کر کے دوسرے افرادِ جماعت کو آپ کا نیک نمونہ اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی۔

پیدائش و خاندانی حالات

حضرت عبداللہ سنوری صاحب کی پیدائش ۱۸۶۱ء میں ہوئی۔ آپ ہندوستان کی ریاست پٹیالہ تحصیل سرہند کے قصبہ سنور کے رہنے والے تھے۔ یہ قصبہ پٹیالہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

آپ کے والد صاحب کا نام کریم بخش اور دادا کا نام محمد بخش صاحب تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ سنوری صاحب نے اپنے والد صاحب کی کچھ بد عادات کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تو حضور نے والد صاحب کے متعلق ایسا کہنے سے آپ کو منع فرمایا۔ حضور کے اس فرمان کے بعد سے والد صاحب کی حالت میں تبدیلی آنا شروع ہوگئی اور پھر آخر ان کا انجام نہایت اچھا ہوا اور حضور کے ساتھ ان کی عشق کی سی حالت ہوگئی۔

حضرت عبداللہ سنوری صاحب کے خاندان کے لوگ دیندار اور علم دوست واقع ہوئے تھے۔ آپ کے حقیقی ماموں مولوی محمد یوسف صاحب کی نیک طبیعت سے بھی اس بات کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ ہر وقت اپنے نیک فطرت بھانجے عبداللہ

سنوری صاحب کی روحانی تربیت کے لئے کوئی نہ کوئی پروگرام بناتے رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کا باعث بھی یہی مولوی محمد یوسف صاحب ہی بنے۔

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب کا خاندان گو ایک زمیندار خاندان تھا لیکن اس خاندان کے لوگ زمینداری کے علاوہ علم دوستی کی بناء پر تعلیم حاصل کر کے بالعموم بندوبست یا مال کے محکمہ میں ملازمت کیا کرتے تھے۔

بچپن

بچپن سے ہی آپ خاموش طبع تھے۔ مجلس میں بیٹھ کر زیادہ باتیں کرنے کے عادی نہ تھے۔ آپ اپنے کام میں منہمک رہتے۔ دوسروں کی ہمدردی کے لئے خاص جوش تھا۔ مخلوقِ خدا میں جانوروں تک سے نہایت ہمدردی کے ساتھ پیش آتے۔

اوائل میں ان کی عادت میں داخل تھا کہ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ریزے (بھورے) بنا کر چڑیوں کو ڈالا کرتے تھے۔ یہ عادت رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کرتی گئی کہ آپ اپنے ہاتھوں اور جھولی میں ان ریزوں کو رکھتے اور چڑیاں آپ کے شانوں اور ہاتھوں پر آ بیٹھتی تھیں۔ اور نہایت بے فکر اور بے خطر ہو کر کھایا کرتی تھیں۔

(روزنامہ الفضل ۲۱/اکتوبر ۱۹۲۷ء)

تعلیم و ملازمت

آپ بہت ذہین اور قابل تھے۔ ریاضی میں اعلیٰ دماغ رکھتے تھے۔ اور ریاضی کے مشکل سے مشکل سوال کو آسانی سے حل کر لیا کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم

حاصل کرنے کے بعد آپ کچھ عرصہ مہندرا اسکول میں پڑھتے رہے۔ جہاں آپ کی ریاضی دانی کا خوب شہرہ تھا۔ جس طالب علم کو کوئی مشکل پیش آتی وہ آپ کے پاس آ کر سوال حل کروالیتا تھا۔ بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد خاندانی رواج کے مطابق آپ نے بھی عملی زندگی کے لئے مال ہی کے محکمہ کو پسند کیا۔ ریاست پٹیالہ کے نوگاؤں، تحصیل پائل اور غوث گڑھ میں پٹواری رہے۔

آپ جس محکمہ میں ملازم تھے اس محکمہ کے اکثر لوگ ناجائز ذرائع سے روپیہ پیسہ بٹورتے تھے۔ لیکن آپ کو رزقِ حلال پسند تھا چنانچہ کبھی اور کسی حال میں یہ محکمہ آپ کے لئے ناجائز منفعت یا تحریص کا محرّک نہ ہوا۔ بلکہ آپ کا حال یہ تھا کہ بحیثیت پٹواری جب آپ اپنے حلقے میں جاتے تو زمینداروں سے اپنی گھوڑی کے لئے چارہ بھی نہ لیتے تھے۔ حالانکہ زمیندار خود چارہ پیش کرتے لیکن آپ انکار کردیتے۔

چوہدری عطا محمد صاحب والد محترم چوہدری محمد ابراہیم صاحب (سابق مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ) بیان کرتے ہیں کہ کسی گاؤں کے دو تین آدمی اپنی زمین کی پیمائش کے لئے حضرت منشی صاحب کے پاس آئے۔ حضرت منشی صاحب نے تین چار روز کے بعد آنے کا وعدہ فرمایا۔ اُن آدمیوں نے رقم دیتے ہوئے عرض کی کہ یہ رقم قبول فرمالیں۔ بس اِن کا اتنا کہنا تھا کہ حضرت منشی صاحب کا چہرہ غُصّہ سے سُرخ ہو گیا اور جس بانسی میں رقم رکھ کر پیش کی گئی تھی۔ اُسے اپنے گھر کے صحن میں زمین پر دے مارا۔ چاندی کے روپے تھے۔ اِدھر اُدھر بکھر گئے اور فرمایا کہ مُجھے سؤر کھلانا چاہتے ہو۔ وہ آدمی حضرت منشی صاحب کے غصّے کی تاب نہ لا کر جلدی جلدی گھر سے باہر

نکلنے لگے۔ تو جھپٹ کر ان کو اندر پکڑ لائے۔ اور فرمایا کہ ان تمام روپوں کو اکٹھا کرو۔ ان بے چاروں نے بڑی شرمندگی کی حالت میں روپے اکٹھے کئے۔ پھر حکم دیا کہ اب ان کو گنو اور اپنی رقم پوری کرو اور کوئی ایک روپیہ بھی صحن میں نہیں رہنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ مَیں چار دن کے بعد آ کر تمہارا کام کردوں گا۔ تو تم نے یہ حرکت کیوں کی۔ اس کے بعد وعدہ کے مطابق ان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کی زمین کی صحیح پیمائش کرآئے۔ اپنا دوپہر کا کھانا گھر سے ساتھ لے کر گئے تھے۔

(ماہنامہ انصار اللہ مارچ ۱۹۹۰ء صفحہ ۵۵)

ابتدائی مسلک و تربیت

حضرت عبداللہ سنوری صاحب ابتدا میں اہلحدیث تھے۔ چہلم وغیرہ کی رسم کے سخت مخالف تھے۔ بدعات سے متنفر تھے۔ اور کسی کامل بزرگ کی تلاش میں لگے رہتے تھے۔ یہ تڑپ آپ کو ہر وقت بے قرار رکھتی تھی۔ اور دراصل صحبت صالحین کی یہی تڑپ، نیک فطرت اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت آپ کو امام الزمان کی خدمت اقدس میں کھینچ لائی۔

حضرت عبداللہ سنوری صاحب کے ماموں مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم کو آپ سے خاص محبت تھی۔ وہ آپ کی روحانی تربیت کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ انہوں نے ہی آپ کو مشورہ دیا کہ امرتسر میں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوں جن کی بزرگی کا ان دنوں خوب چرچا تھا۔ اور لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت منشی صاحب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تین چار روز ان کی صحبت میں رہے۔ اور جب آپ نے محسوس

کیا کہ یہ ایک مؤحد بزرگ ہیں تو آپ نے بیعت کرنے میں تامّل نہ کیا۔ مولوی عبداللہ غزنوی صاحب نے آپ کی روحانی تربیت.... کی۔

(روزنامہ الفضل ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

مُرشد کامل کی تلاش

مولوی عبداللہ غزنوی صاحب کی بیعت کرنے کے بعد بھی مولوی عبداللہ سنوری صاحب کی طبیعت میں بیقراری اور اضطراب باقی تھا۔ اور آپ دیگر اولیاء اللہ کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ آپ کے ماموں مولوی محمد یوسف صاحب بھی آپ کی اس روحانی تشنگی کو خوب جانتے تھے۔

اُنہیں آرہ یعنی بہار میں ایک بزرگ ہستی کا علم ہوا۔ تو انہوں نے اپنے بھانجے مولوی عبداللہ سنوری صاحب کو آرہ جانے کا مشورہ دیا۔ آپ تو گویا ایسے مشورہ کے انتظار ہی میں رہا کرتے تھے۔ مشورہ ملتے ہی اُدھر روانگی کا ارادہ کرلیا۔

لیکن پھر آپ کے ماموں نے آپ کو بتایا کہ قادیان میں ایک بزرگ نے ایک کتاب لکھنا شروع کی ہے اور اس پر دس ہزار روپے انعام رکھا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ معلوم ہوتا ہے یہ شخص کوئی بڑا کامل ہے۔ اگر زیارت کرنے کیلئے جانا ہے تو اسی کے پاس جاؤ۔

مولوی عبداللہ سنوری صاحب نے اپنے بزرگ ماموں کا یہ مشورہ سن کر آرہ جانے کا خیال ترک کر دیا اور دل میں کچھ ایسا ولولہ اٹھا کہ جس جگہ یہ مشورہ انہیں ملا وہاں سے وہ گھر بھی نہ گئے بلکہ قادیان کی طرف روانہ ہوگئے۔ بٹالہ سٹیشن پر ریل گاڑی سے اتر کر رات وہیں رہے اور علی الصبح وہاں سے پیدل چل کر قادیان پہنچے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلی ملاقات

یہ ۱۸۸۲ء کی بات ہے۔ آپ کی عمر اس وقت ۲۰، ۲۱ سال تھی۔ قادیان پہنچنے پر مولوی عبداللہ سنوری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ حضور اس وقت ایک چھوٹے سے حجرے جس میں دس پندرہ افراد سے زیادہ کی گنجائش نہ تھی یعنی بیت الفکر میں تشریف فرما تھے (تجلی قدرت مؤلفہ الحاج مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب صفحہ ۳) اور قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے۔ مولوی عبداللہ سنوری صاحب نے السلام علیکم عرض کر کے مصافحہ کیا۔ حضور کا چہرہ مبارک انہیں نہایت ہی پیارا اور نورانی محسوس ہوا جسے دیکھتے ہی اُن کے دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس بارے میں آپ خود فرماتے ہیں کہ میری ہدایت کا موجب صرف حضور کا چہرہ مبارک ہی ہوا۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کیا نام ہے؟

عرض کیا: سنور متصل پٹیالہ سے۔ عبداللہ نام ہے۔

حضور اقدس کی مبارک صحبت میں تین روز رہ کر اجازت لے کر واپس روانہ ہوئے۔ جب بٹالہ پہنچے تو دل ایسا بے قرار ہوا کہ پھر قادیان چلے آئے۔ حضور نے پوچھا کیوں واپس آ گئے۔ عرض کیا حضور جانے کو دل نہیں چاہتا۔ مُسکرا کر فرمایا کہ اچھا اور رہو۔ اس کے بعد قریباً ایک ہفتہ اور حضور کی صحبت میں رہے۔ ان ایام میں قادیان ایک انتہائی بے رونق گاؤں تھا۔ بہت کم آدمی چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ بازار بھی خالی اور بے آباد تھے۔ دراصل دکانیں ہی بہت کم تھیں۔ بعض تو ٹوٹی پھوٹی اور بعض غیر آباد۔ چھوٹی چھوٹی ضرورت کے لئے لوگوں کو گیارہ میل دور بٹالہ جانا پڑتا تھا۔ لیکن

انہی دنوں یعنی ۱۸۸۲ء میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر دی تھی کہ لوگ تیرے پاس دور دور سے آئیں گے اور تیری مدد کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کو آسمانی تحریک ہوگی۔

(براہین احمدیہ جلد سوم طبع اوّل صفحہ ۲۴۰)

چنانچہ فی الواقعہ اس خدائی بشارت کے ماتحت آپ کی زیارت اور خدمت میں حاضر ہونے والے اوّلین دو خوش قسمت افراد میں سے ایک مولوی عبداللہ سنوری صاحب تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب سنور واپس تو چلے گئے لیکن دل میں حضور سے سچا عشق پیدا ہو گیا تھا۔ جب بھی موقع ملتا کرایہ وغیرہ جمع ہوتا، فوراً قادیان چلے آتے۔ اور کئی کئی ماہ تک خصوصاً ماہ رمضان میں تو ضرور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ جب کبھی حضور زیادہ مصروف ہوتے تو منشی عبداللہ سنوری صاحب کو خط تحریر فرما کر قادیان بلا لیتے تھے۔ آپ بھی خط ملتے ہی فوراً روانہ ہونے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ اور حضور کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی توفیق پایا کرتے۔ جس قدر زیادہ عرصہ حضور کی خدمت میں گزرتا حضور علیہ السلام سے آپ کا عشق اور آپ سے حضور علیہ السلام کی اُلفت و محبت بڑھتی چلی جاتی۔

ان ایام میں حضور علیہ السلام پانچ مرتبہ اوّل وقت میں (نداء) دیا کرتے

تھے اور خود ہی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ صرف دو تین مقتدی ہوا کرتے تھے۔ ان میں حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب بھی شامل ہوا کرتے۔

(روزنامہ الفضل قادیان ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء)

اس زمانے میں حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب کو رات دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس رہنے کا بہت زیادہ موقع ملتا۔ حضور انور دن کو (بیت) مبارک کے حجرہ یعنی بیت الفکر میں اور رات کو بالعموم (بیت) مبارک کی چھت پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ رات کو صرف منشی عبداللہ سنوری صاحب ہی حضور کے پاس ہوا کرتے۔

آپ کی خواہش تھی کہ آپ دُنیا کے کاروبار سے بالکل منقطع ہو کر قادیان ہی کے ہو کر رہ جائیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف صورتوں میں کاروبار اور تعلقات ملازمت قائم رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ ایک قلیل تنخواہ کے ملازم ہونے کے باوجود آپ دو دو تین تین ماہ قادیان آ کر ٹھہرتے۔

آپ خود فرماتے ہیں:

> ''میں حضرت صاحب کی خدمتِ عالی میں چونکہ عرصہ تک رہا کرتا تھا اِس واسطے حضور کو جب کسی کام کے واسطے امرتسر یا لاہور بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو مُجھے بھیج دیا کرتے تھے۔ اور خرچ کافی دے دیتے۔ واپسی کے وقت کبھی حساب نہیں مانگتے تھے۔ میں خود حساب بنا کر پیش کر دیا کرتا تھا۔''

(ماہنامہ انصاراللہ مارچ ۱۹۹۰ء)

بیعت کی خواہش

حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف باریابی حاصل کرنے کے بعد سے حضور کی بیعت کرنے کے خواہشمند تھے۔ لیکن چونکہ حضور کو ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا حکم نہ تھا۔ اور طبعاً بھی یہ حضور کے مزاج کے موافق نہ تھا۔ اس لئے حضور اس پر راضی نہ ہوئے۔

حضرت عبداللہ سنوری صاحب فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت کر لیں۔ فرمایا نہیں اور فرمایا کہ میاں عبداللہ پیر بننا بہت مشکل کام ہے۔ اور مَیں اس سے گھبراتا ہوں اور سخت کراہت بھی آتی ہے۔ پیر کو اپنے مریدوں کے گند اندرونی ہاتھ سے دھونے پڑتے ہیں۔ گویا پیر کو بھنگی کا کام کرنا پڑتا ہے۔ مجھے اس سے کراہت آتی ہے۔ مگر کیا خبر تھی کہ حضور کے یہی کام سپرد ہوگا۔''

(ماہنامہ انصار اللہ مارچ ۱۹۹۰ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا سفر سنور

۱۸۸۴ء میں حضور نے انبالہ چھاؤنی کا سفر اختیار فرمایا جہاں آپ کے خسر حضرت میر ناصر نواب صاحب مقیم تھے۔ سنور کے مخلصین کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضور کی خدمت میں ایک وفد بھجوایا جس میں منشی عبداللہ سنوری صاحب بھی شامل تھے۔ منشی صاحب کی درخواست پر حضور واپسی کے وقت پٹیالہ کے راستے سنور بھی

تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت منشی عبداللہ سنوری کے گھر کو بھی اپنے قدم مبارک سے برکت بخشی۔ دوپہر کا کھانا وہاں تناول فرمایا۔

(تجلی قدرت صفحہ۴)

اُس وقت حضرت عبداللہ سنوری صاحب کے دادا محمد بخش صاحب کو بھی حضور اقدس سے مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ بعد ازاں حضور پٹیالہ سے ہوتے ہوئے واپس انبالہ چھاؤنی روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب کو بھی حضور کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۲۳۹)

حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب کی خصوصی ذمہ داری

مارچ ۱۸۸۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب خدا تعالیٰ کے حکم سے امام الزمان اور مجدد وقت ہونے کا دعویٰ فرمایا تو حضرت عبداللہ سنوری صاحب کے ایمان کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔

اس دعویٰ کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذاہب عالم کے لیڈروں کو الٰہی بشارتوں کے تحت نشان نمائی کی دعوت دی کہ اگر وہ طالبِ صادق بن کر آپ کے پاس قادیان آ کر ایک سال تک قیام کریں تو وہ ضرور اپنی آنکھوں سے دینِ حق کی حقانیت کے چمکتے ہوئے نشان مشاہدہ کر لیں گے۔ اور اگر ایک سال رہ کر بھی وہ آسمانی نشان سے محروم رہیں تو انہیں دوسو روپے ماہوار کے حساب سے چوبیس سو روپے بطور ہرجانہ پیش کیا جائے گا۔

اِس دعوت کی عالمگیر اشاعت کے لئے خدائی تحریک کے مطابق حضرت مسیح

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاص اہتمام فرمایا اور مولوی عبداللہ سنوری صاحب کو اس کام کے لئے مقرر کیا کہ مذکورہ بالا مضمون کے اشتہار انگریزی، لاہور سے چھپوا کر قادیان لائیں۔

اِس خصوصی ڈیوٹی کی انجام دہی کے علاوہ براہین احمدیہ حصہ چہارم کی طباعت کی نگرانی کا کام بھی مولوی عبداللہ سنوری صاحب نے احسن رنگ میں سرانجام دیا۔

معجزات اور نشانات کے عینی شاہد

حضرت عبداللہ سنوری صاحب کو یہ عظیم الشان شرف بھی حاصل ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے معجزات اور نشاناتِ الٰہیہ کے چشم دید گواہ ہیں۔

اِن نشانات میں منفرد ترین نشان سُرخی کے چھینٹوں کا حیرت انگیز نشان ہے۔اور یہ نشان ایسا تھا جو آپ کے ساتھ خاص تھا۔

۱۰/جولائی ۱۸۸۵ء بمطابق ۲۷/رمضان المبارک ۱۳۰۲ھ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام طلوعِ آفتاب کے وقت حسبِ معمول (بیت) مبارک کے شرقی جانب حجرہ میں ایک چارپائی پر آرام فرما رہے تھے اور حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب نیچے بیٹھے حضور کے پاؤں داب رہے تھے کہ حضرت اقدس نے کشفی عالم میں دیکھا کہ بعض احکام قضاء وقدر حضور نے اپنے ہاتھوں سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا اور پھر اس کو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادرِ مطلق جلّ شانہٗ کے سامنے پیش کیا اور اُس نے جو ایک حاکم کی شکل میں متمثّل تھا اپنے قلم کو سُرخی کی دوات میں ڈبو کر اوّل اس سرخی کو آپ کی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے مُنہ

میں رہ گیا اس سے قضاوقدر کی کتاب پر دستخط کئے۔

خدا کی معجز نمائی کا نشان دیکھئے کہ اِدھر عالمِ کشف میں قلم کی سُرخی چھڑکی گئی اور اُدھر یہ سرخی وجودِ خارجی میں منتقل ہوگئی۔

منشی صاحب نے سخت حیرت زدہ ہوکر دیکھا کہ حضور کے ٹخنے پر سرخی کا ایک قطرہ پڑا ہے۔انہوں نے اپنی دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اس قطرہ پر رکھی تو وہ قطرہ ٹخنے اور انگلی پر پھیل گیا۔تب اُن کے دل میں یہ آیت گزری۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرۃ:۱۳۹)

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۲۶۷)

اُنہوں نے سوچا کہ جب یہ اللہ کا رنگ ہے تو اس میں خوشبو بھی ہوگی مگر اس میں خوشبو نہیں تھی۔ابھی وہ اس حیرت واستعجاب میں تھے کہ اُنہیں حضور کے کُرتے پر بھی سُرخی کے چند تازہ چھینٹے دکھائی دیئے۔وہ مبہوت ہوکر آہستہ سے چارپائی سے اٹھے اور انہوں نے اِن قطرات کا سراغ لگانے کے لئے چھت کا گوشہ گوشہ پوری باریک نظر سے دیکھ ڈالا۔اُنہیں اس وقت یہ بھی خیال آیا کہ کہیں چھت پر کسی چھپکلی کی دُم کٹنے سے خون نہ گرا ہو۔مگر وہ تو دستِ قدرت کا کشفی معجزہ تھا۔خارج میں اس کا کھوج کیا ملتا۔ناچار وہ چارپائی پر بیٹھ گئے اور دوبارہ پاؤں دابنے کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔تھوڑی دیر بعد حضور عالم کشف سے بیدار ہوکر اُٹھے اور بیت مبارک میں تشریف لے آئے۔

منشی عبداللہ سنوری صاحب پھر دابنے لگے اُس وقت انہوں نے عرض کیا کہ حضور مَیں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔فرمایا پوچھو! اُنہوں نے دریافت کیا کہ حضور پر یہ سرخی کہاں سے گری ہے۔یہ کیا سِر ہے؟ حضور اقدسؑ نے آپ کو کشف کی پُوری

تفصیل سنائی۔ بلکہ اپنے دست مبارک سے کشف میں قلم کے جھاڑنے اور دستخط کرنے کا نقشہ بھی کھینچا اور اسی طرز پر جنبش دی۔ اور اُن سے کہا کہ اپنا کُرتہ اور ٹوپی دیکھیں کہیں ان پر بھی سرخی کا قطرہ تو نہیں گرا۔ انہوں نے کرتہ دیکھا تو وہ بالکل صاف تھا۔ مگر ململ کی سفید ٹوپی پر ایک قطرہ موجود تھا۔ منشی صاحب نے حضور سے آپ کا وہ اعجازی کُرتہ تبرکاً عنایت کرنے کی درخواست کی۔ حضور پہلے تو رضامند نہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے بعد اس سے شرک پھیلے گا۔ اور لوگ اس کو زیارت گاہ بنا کر اس کی پُوجا شروع کر دیں گے۔ لیکن جب منشی صاحب نے یہ عرض کرتے ہوئے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تبرکات جن صحابہ کے پاس تھے وہ مرتے ہوئے وصیتیں کر گئے کہ ان تبرکات کو ہمارے کفن کے ساتھ دفن کر دینا۔ اصرار کیا اور کہا کہ میں بھی مرتا ہوا ایسی وصیت کر جاؤں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''ہاں اگر یہ عہد کرتے ہو تو لے لو۔''

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۲۶۸)

چنانچہ حضور نے جمعہ کے لئے کپڑے بدلے اور یہ کُرتہ منشی صاحب کے سپرد کر دیا۔

منشی صاحب کی یہ بات جماعت کو ہمیشہ ممنون احسان رکھے گی کیونکہ اس طرح سے یہ کُرتہ ۴۳ سال تک منشی صاحب کے پاس رہا۔ منشی صاحب ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر افرادِ جماعت کو یہ کُرتہ دکھایا کرتے۔ یُوں ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمیوں نے اس اعجازی کُرتے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور آپ کی وفات پر ۷/اکتوبر ۱۹۲۷ء کو یہ کُرتہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کئے گئے آپ

کے عہد کے مطابق اور آپ کی اپنی وصیت کے مطابق آپ کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

صرف یہی نشان ہی آپ کے سامنے ظاہر نہیں ہوا بلکہ کئی اور الٰہی نشانات دیکھنے کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور ان کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا۔ مگر عین کھانے کے وقت اتنے ہی مہمان اور آ گئے اور کہا جاتا ہے کہ بیت مبارک مہمانوں سے بھر گئی۔ حضور نے اندر کہلا بھیجا کہ اور مہمان آ گئے ہیں کھانا زیادہ بھجوائیں۔ اس پر حضرت بیگم صاحبہ نے حضور کو اندر بلا بھیجا اور کہا کہ کھانا تو تھوڑا ہے۔ صرف ان چند مہمانوں کے مطابق پکایا گیا تھا جن کے واسطے آپ نے کہا تھا مگر شاید باقی کھانے کا کچھ کھینچ تان کر انتظام ہو سکے گا۔ لیکن زردہ تو بہت تھوڑا ہے۔ اس کا کیا کیا جاوے۔ میرا خیال ہے زردہ بھجواتی ہی نہیں صرف باقی کھانا نکال دیتی ہوں۔ حضور نے فرمایا نہیں یہ مناسب نہیں۔ تم زردہ کا برتن میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حضور نے اس برتن پر رومال ڈھانک دیا اور پھر رومال کے نیچے اپنے ہاتھ گزار کر اپنی انگلیاں زردہ میں داخل کر دیں۔ اور پھر کہا کہ اب تم سب کے واسطے کھانا نکالو خدا برکت دے گا۔

حضرت عبداللہ سنوری صاحب کہتے ہیں کہ کھانا سب کے واسطے آیا اور زردہ بھی۔ زردہ سب کے کھانے کے بعد بھی کچھ بچ گیا۔

(سیرت المہدی حصہ اول مطبوعہ ۲۱/دسمبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۲۹ روایت نمبر ۱۴۱)

پھر ۱۹۰۰ء کی عید الاضحیہ کے موقع پر نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں جو الہامی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اُس موقع پر بھی مولوی عبداللہ سنوری صاحب موجود تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفروں میں رفاقت

حضرت عبداللہ سنوری صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے سفروں میں آپ کے ہمراہ رہنے کا موقع ملا۔ جب حضور کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے، حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب کو خط لکھ کر بلوا لیتے تھے۔ چنانچہ آپ کو ہوشیارپور، لدھیانہ، بٹالہ، انبالہ، امرتسر، علی گڑھ اور جالندھر کے سفروں میں حضور کی رفاقت نصیب ہوئی۔ یُوں تو یہ تمام سفر ہی بہت تاریخی تھے۔ جن میں قدم قدم پر آپ کو اپنے پیارے آقا کی خدمت کی توفیق ملتی رہی اور خدا تعالیٰ کے بے شمار نشانات دیکھنے کی سعادت ملی۔ لیکن سفر ہوشیارپور کا ذکر اپنی ذات میں منفرد ہے۔

۱۸۸۴ء میں حضور نے گوشۂ تنہائی میں جا کر چلہ کشی کا ارادہ فرمایا جس کے لئے سوجان پور کا پہاڑ پسند فرمایا۔ آپ نے اس بارے میں مولوی عبداللہ سنوری صاحب کو بھی لکھ بھیجا جس پر مولوی عبداللہ سنوری صاحب نے حضور کے شریک سفر ہونے کی خواہش کا اظہار کیا جسے حضور نے منظور فرمایا۔ مگر پھر حضور کو الہام ہوا کہ تمہاری عقدہ کشائی ہوشیارپور میں ہوگی۔ چنانچہ آپ نے سوجان پور کی بجائے ہوشیارپور جانے کا ارادہ کر لیا۔ اور جب حضورؑ جنوری ۱۸۸۶ء میں اس تاریخی سفر پر تشریف لے جانے لگے تو حضور نے خط لکھ کر منشی عبداللہ سنوری صاحب کو قادیان بلوا لیا۔ اس عظیم الشان تاریخی سفر میں آغاز سے اختتام تک آپ کو حضور کے رفیق سفر رہنے کا شرف نصیب ہوا۔ ہوشیارپور میں قیام کے دوران چلہ کشی کے دنوں میں منشی عبداللہ سنوری صاحب کے سپرد خاص طور پر کھانا وغیرہ تیار کرنے اور حضور کی خدمت میں پیش کرنے کا کام تھا جو آپ بہت توجہ اور شوق، اخلاص اور عقیدت و ارادت کے ساتھ

سرانجام دیتے تھے۔

اِسی طرح سفرِ ہوشیارپور کے دوران ہونے والے تمام اخراجات کا حساب نوٹ کرنے کا کام بھی آپ کے سپرد تھا۔ جو آپ تفصیل کے ساتھ تاریخ وار نوٹ کیا کرتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۲۱ روایت نمبر ۱۳۳)

اِن ایام کے بارے میں حضرت صاحب نے منشی عبداللہ سنوری صاحب سے فرمایا کہ میاں عبداللہ ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل ہوئے ہیں اور فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض دفعہ دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر اُن کو لکھا جاوے تو کئی ورق ہو جاویں۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۷۶)

موعود بیٹے کے متعلق الٰہی بشارتیں بھی اس چلّہ کشی میں آپ کو عطا ہوئیں تھیں اور چلّہ کے بعد ہوشیارپور سے ہی آپ نے اس پیشگوئی یعنی پیشگوئی مصلح موعود کا اعلان فرمایا تھا۔

اِن سفروں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی توجہ باطنی اور دعاؤں سے آپ کی تربیت فرماتے رہے۔ جس کے نتیجے میں ایک طرف آپ کی حضور سے محبت گہری ہوتی چلی گئی تو دوسری طرف آپ کو خود بھی مجاہدات کے بے نظیر مواقع ملتے رہے اور آپ عرفانِ الٰہی کی بہت سی منزلیں طے کر گئے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر رویاء و کشوف کے دروازے کھل گئے۔ اِن رویاءِ صالحہ میں ایک رویاء حضرت مصلح موعود کے متعلق ہے۔ جس کے بارے میں آپ بیان فرماتے ہیں:

''میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ دو آفتاب جن کے درمیان کچھ

تھوڑا سا فاصلہ تھا مغرب کی طرف سے چڑھے اور نصف النہار تک پہنچتے ہیں۔ سو جب حضورؑ نے اس خواب کی یہ تعبیر کی تو اس میں ’’اکابرِ دین جن سے فائدہ دین کا پہنچے‘‘ کے الفاظ سے میں اسی وقت یہ بات سمجھا کہ ایک آفتاب تو خود حضورؑ ہیں اور دوسرے آفتاب کے لئے منتظر تھا۔ جب حضورؑ نے ہوشیار پور سے پسر موعود کا اشتہار دیا تو اُس وقت مجھ کو بہت خوشی ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ دوسرا آفتاب یہی ہے۔ اور اس کو میں بخوبی دیکھوں گا۔ سو الحمد للہ کہ میں نے یہ دوسرا آفتاب بھی دیکھ لیا جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں‘‘

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم ۵، حاشیہ صفحہ ۱۵۰)

بیعت

یوں تو پہلی ملاقات میں ہی حضرت عبداللہ سنوری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلقہ ارادت و بیعت میں دل و جان سے داخل ہو چکے تھے اور اُس وقت جب حضور نے ابھی سلسلہ بیعت شروع نہیں فرمایا تھا حضور سے اپنی بیعت لینے کی درخواست بھی کی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کو ایسا کوئی حکم نہ تھا اور حضور کو طبعاً یہ بالکل پسند نہ تھا اس لئے آپ بیعت کی خواہش رکھنے والے کو انکار فرما دیا کرتے تھے۔

لیکن منشی عبداللہ سنوری صاحب اُس روز کے منتظر تھے جب اللہ تعالیٰ حضور کو

بیعت کے لئے مامور فرماوے۔

چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے ۱۸۸۹ء میں سلسلہ بیعت شروع کرنے کا اعلان فرمایا تو منشی عبداللہ سنوری صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لدھیانہ میں مقیم تھے۔ اور پہلی بیعت لدھیانہ کے محلّہ جدید میں واقع حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان پر ہوئی۔ ۲۳/ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت اقدس بیعت لینے کے لئے مکان کی ایک کچی کوٹھڑی میں (جو بعد میں دار البیعت کے نام سے موسوم ہوئی) تشریف فرما ہوئے اور دروازے پر حافظ حامد علی صاحب کو مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت دی کہ جسے مَیں کہتا جاؤں اُسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بیعت نہ لیتے تھے بلکہ ایک ایک شخص کو الگ الگ بلا کر بیعت لیا کرتے تھے۔

پہلی بیعت جب شروع ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چوتھے نمبر پر حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب کو نام لے کر خود بلایا۔

(سیرت المہدی صفحہ ۶۳ روایت نمبر ۹۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں مولوی عبداللہ سنوری صاحب ایسے سرشار ہو چکے تھے کہ ہر دوسرا دن آپ کی محبت اور اخلاص کو بڑھاتا چلا جاتا اور آپ کا اخلاص اور ایمان بھی روز بروز ترقی کی منازل طے کرتا چلا جاتا۔ آپ کو قریب سے دیکھنے والے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہو جاتے کہ آپ تو اپنے آقا ہی کے ہو

چکے ہیں کیونکہ آپ کے دل و دماغ بلکہ سارے جسم میں وہی محبوب آقا سمایا ہوُا تھا۔ محبوب کی یاد آپ کو ہر فکر و پریشانی سے دُور رکھتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ مجلسوں میں بیٹھنے اور بہت باتیں کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ عموماً خلوت پسند اور کم گو تھے۔ آپ ہمیشہ خوش رہتے۔ جب کبھی کسی سے ملتے تو ہمیشہ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملا کرتے۔ آپ کی اپنے آقا اور ایمان سے محبت کا آپ کے ماحول میں لوگوں کو بھی بخوبی علم تھا۔ اِسی بناء پر کوئی شخص آپ کے سامنے ایسی بات نہ کر سکتا تھا جو کسی پہلو سے اعتراض کا رنگ رکھتی ہو۔ یُوں بھی آپ کسی کی غیبت سُننا گوارا نہیں کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک روز (بیت) میں اکیلے ٹہل رہے تھے۔ حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب (بیت) کے ایک کونے میں قرآن کریم پڑھنے بیٹھ گئے۔ حضور نے ٹہلتے ٹہلتے ایک دفعہ ٹھہر کر حضرت عبداللہ سنوری کی طرف دیکھا اور اُنہوں نے بھی اُسی وقت حضور کی طرف دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میری اور حضور کی نظر ملی تو خبر نہیں اُس وقت حضور کی نظر میں کیا تھا کہ میرا دل میرے سینے کے اندر پگھل گیا اور میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بڑی دیر تک دعا کرتا رہا۔ حضور ٹہلتے رہے۔ پھر آخر حضور نے مجھ سے فرمایا میاں عبداللہ دعا بہت ہو چکی اب بند کرو۔ حضرت عبداللہ سنوری صاحب کہتے ہیں کہ اُس دن مجھے سمجھ آئی کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ بعض وقت کامل کی ایک نظر انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۸۴ روایت نمبر ۱۰۹)

ابتداء میں حضرت عبداللہ سنوری صاحب کو حُقّہ نوشی کی بہت عادت تھی۔ اب ذرا غور کیجئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شیخ حامد علی صاحب نے یہ ذکر کر دیا تو اگلی صبح جب میاں عبداللہ سنوری صاحب حضور کے پاس گئے اور آپ کے

پاؤں دبانے بیٹھے تو آپ نے شیخ حامد علی صاحب سے کہا کہ کوئی حُقّہ اچھی طرح تازہ کر کے لاؤ۔ جب شیخ حامد علی صاحب حُقّہ لے آئے تو حضور نے حضرت عبداللہ سنوری صاحب سے فرمایا کہ پیو۔ وہ شرمائے مگر حضور فرمانے لگے جب تم پیتے ہو تو شرم کی کیا بات ہے؟ پیو کوئی حرج نہیں۔ حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب نے بڑی مشکل سے رُک رُک کر ایک گھونٹ پیا۔ پھر حضور فرمانے لگے میاں عبداللہ مجھے اس سے طبعی نفرت ہے۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ حضور کے یہ فرمانے کے ساتھ ہی میرے دل میں اس کی نفرت پیدا ہوگئی اور میں نے اسی وقت سے حقہ نوشی ترک کر دی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۸۴ روایت نمبر ۱۱۰)

نماز میں وہ ہمیشہ صفِ اوّل میں آنے کے عادی تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا اتفاق ہوُا ہوگا کہ وہ اس سے قاصر رہے ہوں۔

(روزنامہ الفضل ۲۱/اکتوبر ۲۷ء)

ہوشیار پور سے واپسی کا واقعہ ہے۔ حضرت منشی عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضور بیعت تو لیتے نہیں اور مَیں چاہتا ہوں کہ حضور سے میرا خاص تعلق ہو جاوے تو حضور مجھ کو اپنا شاگرد ہی بنا لیں اور قرآن شریف پڑھایا کریں۔ فرمایا بہت اچھا۔ یہ رمضان شریف کا ذکر ہے۔ پھر عید کے دن مجھے فرمایا کہ آج مبارک دن ہے آج قرآن شریف شروع کر لو۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ایک آنے کے بتاشے لے آؤ تا کہ باقاعدہ شاگرد بن جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بتاشے تقسیم کر کے قرآن کریم شروع کروایا۔ پھر حضور ایک ہفتہ کے بعد ایک آیت کے سادہ معنی اور کبھی کسی آیت کی تھوڑی سی تفسیر پڑھا دیا کرتے تھے۔ اس سادہ ترجمہ کی

وجہ سے حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب کے اندر فہم قرآن کا ایک خاص اثر پیدا ہوگیا جس کا وہ اظہار بھی فرماتے۔

(ماہنامہ انصاراللہ مارچ ۱۹۹۰ء، سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۸۳)

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب نے ایک روز حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میں جب قادیان آتا ہوں تو اور کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوتی مگر میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہاں وقتاً فوقتاً یکلخت مجھ پر بعض آیات قرآنی کے معنے کھولے جاتے ہیں اور میں اس طرح محسوس کرتا ہوں کہ گویا میرے دل پر معانی کی ایک پوٹلی بندھی ہوئی گرا دی جاتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ہمیں قرآن شریف کے معارف دے کر ہی مبعوث کیا گیا ہے اور اسی کی خدمت ہمارا فرض مقرر کی گئی ہے۔ پس ہماری صحبت کا بھی یہی فائدہ ہونا چاہئے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۸۳ روایت نمبر ۱۰۸)

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب حضور کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی پوری کوشش فرمایا کرتے۔ حضور کی نصائح اپنی نوٹ بک میں درج فرما لیا کرتے۔ آپ کی نوٹ بک میں تحریر ہے کہ

۱۳۰۳ھ ماہ ذی الحجہ بروز جمعہ بوقت دس بجے حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا خوف اور دل پر اس کے رعب پڑنے کا اندیشہ ہو تو آدمی صبح کی نماز کے بعد تین دفعہ یٰسین پڑھے اور اپنی پیشانی پر خشک انگلی سے ''یا عزیز'' لکھ کر اُس کے سامنے چلا جاوے انشاء اللہ اس کا رعب نہیں پڑے گا۔ بلکہ خود اس پر رعب پڑ جائے گا۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۲۲ روایت نمبر ۱۳۴)

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق رکھنے والے بہت سے واقعات اور آپ کے فرمودات کے امین بھی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور مخالف پادری عبداللہ آتھم کے ساتھ ہونے والے مباحثہ کے بارے میں حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب کا بیان ہے کہ جب حضور نے یہ بیان کیا کہ آتھم نے اپنی کتاب از روئے بائبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) دجّال کہا ہے تو آتھم نے ایک خوفزدہ انسان کی طرح اپنا چہرہ بنایا اور اپنی زبان باہر نکال کر کانوں کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ میں نے یہ کہاں لکھا ہے یا کب لکھا۔ یعنی نہیں لکھا۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۴۴ روایت نمبر ۲۷۰)

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی ارشادات بھی سنایا کرتے۔ اُن کی روایت ہے کہ حضور فرماتے تھے کہ

''مجھے وہ لوگ جو دنیا میں سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں بہت ہی پیارے لگتے ہیں۔''

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۴۰ روایت نمبر ۲۶۱)

اِسی طرح یہ بھی کہ

''اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ''

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۴۴ روایت نمبر ۲۶۸)

اور ''مرضی مولا از ہمہ اولیٰ'' یعنی خدا کی رضا سب سے مقدم ہونی چاہئے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۴۰ روایت نمبر ۲۶۲)

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب اپنے محبوب آقا کے لئے دل میں

انتہائی غیرت کے جذبات رکھتے تھے۔ شروع میں آپ مولوی محمد حسین بٹالوی کے بہت معتقد تھے۔ حضور جب کوئی خط وغیرہ دے کر مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس آپ کو بھجواتے تو آپ بہت عقیدت سے ملا کرتے مگر آپ کا بیان ہے کہ

''جب اس نے حضرت صاحب کی مخالفت کی تو مجھے اس سے نفرت ہوگئی اور مَیں نے کبھی اس کی صورت تک دیکھنی پسند نہیں کی۔''

(سیرۃ المہدی صفحہ ۲۴۶ روایت نمبر ۲۷۱)

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب اپنے محبوب آقا کی دِل و جان سے اطاعت کرتے اور اس کے لئے ہر وقت تیار رہا کرتے۔ اپنے آقا کی طرف سے جو حکم بھی ملتا اُس پر فوراً عمل کرنا شروع کر دیتے۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اشتہار دیا کہ کوئی غیر مذہب کا ماننے والا یا کوئی مخالف اگر کوئی نشان دیکھنا چاہتا ہے تو میرے پاس آ کر رہے۔ پھر اگر نشان نہ دیکھے تو مَیں اُسے اتنا انعام دُوں گا۔ اشتہار دیئے جانے کے کچھ عرصہ بعد حضور نے ایک روز حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب کو بٹالے میں پادری وائٹ بریخٹ کے پاس جانے کا ارشاد فرمایا تا کہ وہ اُنہیں نشان نمائی کی اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے آمادہ کر سکیں۔

اُس وقت شام ہو چکی تھی۔ سردیوں کے دن تھے اور بارش بھی ہو رہی تھی۔ اس لئے حضرت میاں حامد علی صاحب نے روکا کہ صبح چلے جانا۔ مگر حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب نے کہا کہ جب حضرت نے فرمایا ہے تو خواہ کچھ ہو میں تو ابھی جاؤں گا۔ چنانچہ وہ اُسی وقت قادیان سے بٹالہ جانے کے لئے پیدل روانہ ہو گئے اور رات کے قریباً دس بجے بارش سے تر بتر اور سردی سے کانپتے ہوئے بٹالہ پہنچے اور

اُسی وقت سیدھے پادری کی کوٹھی پر چلے گئے۔ وہاں پادری صاحب کے خانساماں نے ان کی بڑی خاطر مدارت کی اور اگلی صبح پادری صاحب سے ملاقات کروا دی۔ حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر کے قادیان واپس آ گئے اور حضور کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کر دیا۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۴۲، ۲۴۳ روایت نمبر ۲۶۶)

اہم دینی خدمات

حضرت عبداللہ سنوری صاحب کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت واخلاص ایک عاشقانہ رنگ رکھتی تھی۔ آپ اپنے آقا کے مشن کو کامیاب بنانے کیلئے ہر قسم کی خدمت کے لئے تیار رہا کرتے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ کام کی انجام دہی میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور سے پہلی ملاقات کے دن سے اپنی وفات تک آپ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خاطر ہر کام کو نہایت خوشی اور مسرت سے سرانجام دیا اور اپنے لئے اس کام کو فخر اور سعادت سمجھا۔

اگرچہ آپ محکمہ مال میں ملازمت کرتے تھے اور آپ کی تنخواہ بھی کچھ زیادہ نہ تھی لیکن آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ مسلسل کئی کئی ماہ تک خصوصاً ماہِ رمضان میں آپ قادیان آ کر حضور کی صحبت میں رہا کرتے اور یہ مواقع اُن ایام میں آپ کو نصیب ہوئے جبکہ کوئی دوسرا وہاں نہ ہوتا۔ آپ گھنٹوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دبانے کا شرف حاصل کرتے۔

ابتدائی ایام میں جب کہ حضور نے ابھی ماموریت کا دعویٰ نہیں فرمایا تھا آپؑ

بہت سے خطوط حضرت عبداللہ سنوری صاحب سے لکھوایا کرتے۔ اسی طرح حضورؑ
کے گھر کے دوسرے بہت سے کام سرانجام دینے کی توفیق بھی آپ کو ملتی رہتی۔ حضور
کئی مرتبہ آپ کو طباعت واشاعت کے کاموں کے سلسلہ میں امرتسر بھجوایا کرتے اور پھر
آپ ہی مطبوعہ مواد کو حضور کے ساتھ ترتیب دیتے اور بہت سے خطوط اور اشتہارات
وغیرہ ڈاک خانے جا کر پوسٹ کرتے۔ اشاعت کے کاموں کے علاوہ دیگر کئی کاموں
سے بھی حضور آپ کو دوسرے مقامات پر بھجوایا کرتے۔ ''وَسِّعْ مَکَانَکَ'' (یعنی
اپنے مکان کی توسیع کر) کا الہام ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
اُس وقت کے حالات کے مطابق عملی طور پر اُس الہام کو پورا کرنے کی غرض سے دو
تین چھپر بنوانے کے لئے آپ ہی کو امرتسر بھجوایا۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۲۶ روایت نمبر ۱۳۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختلف سفروں میں آپ کو حضور کے
ساتھ رہ کر خدمات بجالانے کا جو موقع ملا اُس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ غرض ان ایاّم
میں وقت اور جذبات کی بے مثال قربانی کی توفیق آپ کو حاصل ہوتی رہی لیکن اسی پر
بس نہیں بلکہ تھوڑی تنخواہ ہونے کے باوجود اُس کا ایک بڑا حصہ مختلف صورتوں میں
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش فرما دیا کرتے۔ حضور نے
کوئی تحریک ایسی نہیں کی جس میں آپ مکمل اِنشراح صدر کے ساتھ شریک نہ ہوئے
ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے لئے اپنا کچھ رکھا ہی نہ تھا۔ آپ کو قریب سے
جاننے والے بتاتے ہیں کہ وہ اپنی ضروریات اور اپنے کُنبہ کی ضروریات کو جس قدر کم
کر سکتے تھے کرتے تھے اور جو کچھ بھی پسِ انداز کر سکتے تھے بچاتے تھے اور لا کر حضرت
صاحب کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔ وہ دراصل اس بات کے منتظر نہ رہتے تھے

کہ حضرت صاحب کی طرف سے کوئی تحریک ہو اور اُس میں حصہ لیں بلکہ اُنہوں نے
اپنی زندگی کے روزمرہ معمولات میں اس بات کو داخل کر لیا تھا کہ سلسلہ کی مالی خدمت
ایک ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ انسان کو زندہ رہنے کے لئے کھانے پینے کی ضرورت
ہے۔ یہ احساس اور شعور اُن کی زندگی کا حصہ بن چکا تھا۔

حضور اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں چندہ دہندگان کی فہرست میں اوّل نام
آپ کا درج کر کے تحریر فرماتے ہیں:

''میاں عبداللہ نہایت عمدہ آدمی ہے اور میرے منتخب محبّوں میں سے
ہے اور باوجود تھوڑے گزارہ ملازمت پٹوار کے ہمیشہ حسبِ
مقدرت اپنی مالی خدمت میں بھی حاضر ہے اور اب بھی بارہ روپیہ
سالانہ کے طور پر مقرر کر دیا ہے۔''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۳۱)

سلسلہ کی خدمت کے لئے آپ کے دل میں جس قدر جوش اور جذبہ تھا اُس کا
اظہار اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ دوسری شادی کو ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ
سلسلہ کے کاموں کے لئے آپ نے اپنی چھوٹی اہلیہ کے زیور نتھ طلائی وغیرہ حضور کی
خدمت میں بذریعہ ڈاک بھجوا دیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ اور آپ کی اہلیہ محترمہ کی اِس
خدمت کو سراہتے ہوئے درج ذیل خط تحریر فرمایا:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی

مجی عزیزی اخویم میاں عبداللہ صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

آپ کا تحفہ مرسلہ نتھ طلائی بہ سبیل ڈاک مجھ کو پہنچ گیا۔ اس سے بڑھ کر

علامت اخلاص اور دلی محبت کیا ہوگی کہ آپ نے اپنے گھر کے لوگوں کے
زیور کو بھیج دیا اور نیز آپ کے گھر کے لوگوں کی محبت اور اخلاص قابل
تعریف ہے کہ زیور جو عورتوں کو بالطبع عزیز ہوتا ہے اس کے دینے سے
دریغ نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آپ کو اس سلسلہ کی خدمت کے لئے
دل میں جوش آ رہا ہے اور بباعث کثرتِ مصارف اور قلتِ آمدن روپیہ
میسر نہ ہو سکا۔ اسی صورت میں دل کی بیتابی نے یہی ہدایت دی کہ آپ
اپنی عزیز زوجہ کا زیور اُتار کر بھیج دیں۔ سو خدا تعالیٰ آپ کو اس اخلاص کی
بہت بہت جزائے خیر دے اور آپ کی زوجہ کو علاوہ ثواب آخرت کے دنیا
میں بہت سے زیور طلائی عنایت کرے کہ دہ (دس) دنیا اور ستر آخرت تو
ایک وعدہ ہے۔ آمین ثم آمین'' .....

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان

(مکتوبات احمدیہ جلد نمبر پنجم صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵ مکتوب نمبر ۱۷ / ۱۴۲)

منشی عبداللہ سنوری صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
بے پناہ عشق تھا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی جماعت اور آپ کے جانشینوں
کے ساتھ بھی اُلفت و محبت کا یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا۔ دیگر کاموں کے علاوہ ہر
سال جلسہ سالانہ میں آپ ضرور شمولیت فرماتے۔ اور اِس موقع پر آپ حضرت مسیح
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سُرخ روشنائی والا اعجازی کُرتہ افراد جماعت کو دکھایا

کرتے۔ اِس طرح آپ کی کوشش سے بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں نے یہ کُرتہ اپنی
آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب نے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو سنور اپنے گھر تشریف لے جانے کی درخواست کی تھی جسے حضور نے
منظور فرما لیا تھا اُسی طرح آپ نے خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ
کی خدمت میں بھی یہی درخواست کی جسے حضور نے از راہ شفقت منظور فرما لیا۔
حضرت منشی صاحب آپ کو سنور لے جا کر دلی محبت و عقیدت سے اسی حصہ مکان میں
اسی طرح خدمت بجالائے۔

خلافتِ ثانیہ کے دَور ہی میں ۱۹۱۶ء میں آپ کو سلسلہ کی ایک اور خدمت کی
توفیق اس طرح حاصل ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرخ روشنائی
والے واقعہ کے متعلق مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اعتراض کرنے پر آپ اُس سے
مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور ۲۷ر نومبر ۱۹۱۶ء کو اس کے گھر تک جا پہنچے۔ لیکن
مولوی ثناء اللہ کو جرأت نہ ہوئی کہ اس مقابلہ میں سامنے آتا۔ اس پر اتمامِ حجت کر کے
آپ قادیان واپس آئے۔ چنانچہ اگرچہ وہ کرتہ ہمارے سامنے موجود نہیں لیکن آپ
کے حلفیہ بیان اور دعوتِ مباہلہ کے بعد اب کوئی شخص اس بیان کو جُھٹلا نہیں سکتا۔

حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی زندگی میں اپنے اموال سلسلہ کی ضروریات کے لئے پیش فرمایا کرتے
تھے۔ اسی طرح آپ کے وصال کے بعد بھی مختلف مالی تحریکات میں پیش پیش
رہے۔ چنانچہ منارۃ المسیح قادیان کی تعمیر میں آپ نے مالی طور پر شمولیت کی توفیق
پائی اور اس مینار کے دروازہ کے بالکل اُوپر نصب سنگ مرمر کی تختی پر آپ کا اسم

گرامی کندہ شدہ ہے۔

پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرۃ المہدی میں جو روایات جمع کی ہیں جو تاریخ احمدیت کی تدوین میں بھی نہایت مدد و معاون ثابت ہوئیں، ان روایات کی ایک بڑی تعداد حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب سے مروی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے خود لکھا ہے کہ انہوں نے طریق روایت میں آپ کو خاص طور پر محتاط پایا ہے۔ آپ کی بیان فرمودہ یہ روایات بلاشبہ ہمارا قیمتی اثاثہ ہیں۔

(سیرت المہدی حصہ اول مطبوعہ ۲۱ر دسمبر ۱۹۲۳ء صفحہ ب)

انہیں بیان کرتے ہوئے آپ کی جو کیفیت ہو جاتی تھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

> ”میاں عبداللہ صاحب مرحوم سابقون اوّلون میں سے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ان کو ایک غیر معمولی عشق تھا۔ میرے ساتھ جب وہ حضرت صاحب کا ذکر فرماتے تھے تو اکثر ان کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں اور بعض اوقات ایسی رقت طاری ہو جاتی تھی کہ وہ بات نہیں کر سکتے تھے۔“

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۰۸)

خادم سے آقا کی بے مثال محبت

خادم تو اپنے آقا کی محبت سے سرشار تھا ہی اُس کا پیارا آقا بھی اپنے خادم سے بے انتہا پیار و محبت کرتا تھا۔ متعدد مواقع پر مختلف طریقوں سے جس کا اظہار ہوتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مجلس میں موجود احباب سے گفتگو فرما رہے تھے۔ اس مجلس میں مولوی عبداللہ سنوری صاحب بھی موجود تھے۔ جب مولوی صاحب بولتے تو حضرت صاحب دوسروں کی طرف سے توجہ ہٹا کر ان کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ محترم سید فضل شاہ صاحب کو اس کا ملال ہوا اور اُنہوں نے حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب کے ساتھ حضور کے اِس سلوک پر رشک کیا۔ حضور آپ کے خیال کو فوراً سمجھ گئے اور سید فضل شاہ صاحب کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔

شاہ صاحب آپ جانتے ہیں یہ کون ہیں؟ اُنہوں نے عرض کیا ہاں حضرت میں میاں عبداللہ صاحب کو جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

> ”ہمارا یہ مذہب ہے کہ قدیمانِ خود را بیفزائے قدر (یعنی پُرانوں کی قدر وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے) یہ آپ سے بھی قدیم ہیں۔“

سید فضل شاہ صاحب کہتے تھے کہ اس دن سے میں نے سمجھ لیا کہ ہمارا ان سے مقابلہ نہیں یہ ہم سے آگے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ جس وقت سید فضل شاہ صاحب نے یہ روایت بیان کی اُس وقت حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب بھی پاس بیٹھے تھے اور اُن کی آنکھیں پُرنم تھیں۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۵۴، ۵۵ روایت نمبر ۸۵)

حضور علیہ السلام کو مولوی صاحب کے حالات و واقعات سے اس قدر دلچسپی تھی کہ آپ کو اکثر اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے اور جب کبھی حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب اپنی کسی مشکل یا ضرورت کی اطلاع حضور کی خدمت میں کرتے تو حضور ضرور ان کے لیے دعا کرتے۔ آپ کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں تمہارے لئے کئی

دفعہ دعا کروں گا کہ اللہ جلشانہٗ مشکل پیش آمدہ سے مخلصی عطا فرمائے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۵۶ مکتوب نمبر ۸۲/۱۱)

اسی طرح حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب کے نام ایک اور خط میں درج ہے کہ آپ کے لئے حضرت باری عَزَّ اِسْمُہٗ میں تہجد میں دعا کی گئی۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۷۵ مکتوب نمبر ۱۱۸/۴۷)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''مَیں نے اس خط کے لکھنے سے پہلے جنابِ الٰہی میں بہت دعا کی ہے۔ اگر تقدیر مُبرم نہ ہو تو قبول ہونے کی اُمید ہے۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ نمبر ۲۰۲ مکتوب نمبر ۱۵۰/۷۹)

صرف دعائیں کرنے پر بس نہیں بلکہ حضور کئی مرتبہ مجرّب نسخے بھی تجویز فرماتے اور حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب کی دل جوئی اور ہمدردی کے لئے حسبِ حالات بہت کچھ تحریر فرمایا کرتے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ نمبر ۲۰۳ مکتوب نمبر ۱۵۰/۷۹)

ایک خط میں حضور تحریر فرماتے ہیں:

''مَیں تم پر بہت راضی ہوں اور جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے دل میں اخلاص اور محبت بھری ہوئی ہے۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ ۱۲۰ مکتوب نمبر ۸۶/۱۵)

اِسی طرح آپ کے نام حضور کے ایک اور خط میں تحریر ہے۔

''مَیں آپ کے اخلاص اور محبت سے شکر گزار ہوں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔''

(مکتوبات جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ ۱۲۱ مکتوب نمبر ۸۸/۱۷)

پھر ایک اور خط میں حضورؑ نہایت محبت سے تحریر فرماتے ہیں:

''میں بخوبی اس بات پر مطمئن ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں اخلاص اور محبت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور آپ کو فطرتی مناسبت ہے اور ایسی محبت ہے کہ زمانے کے رنگ بدلانے سے دور نہیں ہوسکتی۔ سو میں آپ پر بہت خوش ہوں۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ مکتوب نمبر ۱۴۹/۷۸)

اور ایک موقع پر تو حضور کے دوائی بھجوانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۱۸۵ مکتوب نمبر ۱۳۰/۵۹)

اپنی کتب بھی کئی مرتبہ آپ کو ارسال فرماتے جیسا کہ اپنی کتاب نشانِ آسمانی ۲۳/جولائی ۱۸۹۲ء کو بذریعہ ڈاک ارسال فرمائی۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ ۱۷۱ مکتوب نمبر ۱۰۹/۳۸)

پھر حضور آپ کی خیریت وعافیت کے بارہ میں بھی اکثر دریافت فرماتے رہتے تھے اور آپ کے نام کئی خطوط میں اپنے حالات خیریت سے جلد جلد مطلع کرنے کی نصیحت فرماتے۔ حضور صرف آپ کی خیریت کی اطلاع کافی نہ خیال فرماتے تھے بلکہ آپ سے پیار ومحبت اِس قدر تھا کہ اکثر خط لکھ کر قادیان بلوایا کرتے اور منتظر رہا کرتے۔ آپ کے آنے کی اطلاع ملتی تو نہایت خوش ہوتے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ ۱۷۱ مکتوب نمبر ۱۱۰/۳۹)

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب کی ہر دو اہلیہ کے ساتھ بھی حضور نہایت شفقت ومحبت کا سلوک فرماتے۔ اِسی طرح آپ کے والد صاحب اور بیٹوں کی صحت کے بارہ میں بھی دریافت فرمایا کرتے اور اُن کے لئے بھی دعائیں کرتے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶)

خادم اور آقا کے درمیان محبت و پیار کا یہ رشتہ ایسا تھا کہ حضور اپنی ذاتی خوشی کے مواقع پر بھی حضرت میاں عبداللہ صاحب کو یاد فرمایا کرتے۔ چنانچہ ۱۵؍جنوری ۱۸۸۹ء کو آپ کے نام خط میں اپنے صاحبزادے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ولادت اور عقیقہ کی تحریری اطلاع ارسال فرمائی۔ اِسی طرح ۲۰؍اپریل ۱۸۹۳ء کو ایک دوسرے بیٹے کی پیدائش کی اطلاع بھجواتے ہوئے سب احباب کو اطلاع دینے کی ڈیوٹی بھی آپ کے سپرد کی۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۵ صفحہ ۱۶۳، ۱۷۲)

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب سے حضور کی یہ محبت اس قدر گہری تھی کہ ۱۸۹۱ء میں منعقد ہونے والے جماعت کے پہلے جلسہ سالانہ پر حضور نے اپنے خطاب سے قبل بھی میاں عبداللہ سنوری صاحب کا ذکرِ خیر فرمایا۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۶۵ روایت نمبر ۱۶۹)

پیار و محبت کے اس تعلق کی انفرادیت یہ بھی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر میاں عبداللہ سنوری صاحب کو خاتمہ تک آپ کی زندگی میں پیش آنے والے اہم واقعات و حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ میاں عبداللہ سنوری صاحب بیان کرتے ہیں کہ اُن کی زندگی میں اُسی کے مطابق حالات و واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ (سیرت المہدی صفحہ ۱۶۱ روایت نمبر ۱۵۹) یہاں تک کہ اُن کی وفات بھی جمعہ کے روز ہوئی جیسا کہ حضور نے آپ کو بتلایا تھا۔

شادی و اولاد

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی اُن

کے پہلی مرتبہ قادیان آنے سے پہلے ہو چکی تھی۔ دُوسری شادی کے معاملات میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کے قریبی تعلق اور الفت و محبت اور آپ کے حضور سے پیار کا اظہار ہوتا ہے وہاں اس کے متعلق بعض الٰہی نشانات کا ظاہر ہونا اسے نہایت منفرد اور تاریخی بنا دیتا ہے۔

دوسری شادی کی ضرورت پیش آنے پر جب آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا ذکر کیا تو حضور جو اپنے خدام پر بے انتہا شفقت فرمایا کرتے تھے آپ کے اس معاملہ میں ذاتی توجہ سے ہر ممکن کوشش فرماتے رہے۔

ایک جگہ آپ کے رشتے کی بات چل رہی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دستِ مبارک سے خطوط بھی تحریر فرمائے۔ سفر انبالہ کے دوران سرہند تشریف لے جانے کی ایک وجہ اس رشتہ کی کوشش بھی تھی۔ حضور اس غرض کے لئے دعاؤں میں بھی مصروف رہے لیکن دعا کرتے ہوئے حضور کو الہام ہوُا ''ناکامی''، پھر دعا کی تو الہام ہوا ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ''۔ پھر اس کے بعد ایک اور الہام ہوُا ''فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ''۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ان الہامات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''معلوم نہیں میاں عبداللہ صاحب کا ہمارے ساتھ کیسا تعلق ہے کہ اِدھر دُعا کرتا ہوں اور اُدھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب مل جاتا ہے۔''

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۷)

چنانچہ حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب کی ہمشیرہ سے رشتہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوشش فرمائی۔ جسے ماسٹر قادر بخش صاحب نے بلا

عُذر قبول کر لیا۔

حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب کے والد ماجد کا اُس وقت جماعت سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ وہ ماسٹر صاحب کے بھی سخت مخالف تھے۔ اور ماسٹر صاحب بہت سے ابتلاؤں سے گزر رہے تھے۔ اس پر یہ امتحان بہت بڑا اور سخت تھا۔ لیکن حضرت ماسٹر صاحب اس امتحان میں کمال تعریف کے ساتھ کامیاب ہو گئے۔ اُنہوں نے نہ تو یہ خیال کیا کہ حضرت منشی صاحب کی تنخواہ بہت کم ہے اور نہ یہ سوچا کہ وہ صاحبِ اولاد ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ اُنہوں نے کچھ دیکھا نہ پوچھا بلکہ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کو عین ثواب سمجھا اور اپنے والد صاحب اور خاندان کی مخالفت کے باوجود اپنی ہمشیرہ زینب صاحبہ کی شادی حضرت منشی صاحب سے کر دی اور خدا تعالیٰ نے اس کو بہت بابرکت فرمایا۔

منشی عبداللہ صاحب نے اپنے مشفق آقا کو اپنی شادی کے بارہ میں اطلاع دی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے ولیمہ کی تقریب ۲۲/جنوری ۱۸۹۷ء کو قادیان میں منعقد فرمائی۔ جس میں ۸۰ سے زائد احباب شامل ہوئے۔ اس دعوتِ ولیمہ کا تمام تر انتظام پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا اور اس کا نصف خرچ بھی حضور نے اپنی طرف سے ادا کیا۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ ۱۸۷)

آپ کی اہلیہ اول سے چار بیٹے رحمت اللہ صاحب، حبیب اللہ صاحب، عبدالرحیم صاحب اور عصمت اللہ صاحب اور ایک بیٹی شریفن صاحبہ تھیں۔ عصمت اللہ صاحب بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

دوسری اہلیہ سے صوفی عبدالقدیر نیاز صاحب اور مریم صاحبہ پیدا ہوئیں۔

صوفی عبدالقدیر صاحب کو آپ نے خدمت سلسلہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اُنہیں جاپان میں دین حق کی دعوت الی اللہ و اشاعت کے علاوہ بہت سی انگریزی کتب کے تراجم کرنے کی توفیق بھی ملی۔ آپ نے درثمین کے منتخب اشعار کا انگریزی ترجمہ کیا جو PSALMS OF AHMAD کے نام سے شائع شدہ ہے۔ آپ انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز REVIEW OF RELIGIONS کے ایڈیٹر بھی رہے اور کئی جماعتی خدمات بجا لاتے رہے۔ بیٹی مریم صاحبہ کی شادی معروف خادمِ سلسلہ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب کے ساتھ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب کو کثیر اولاد بخشی۔ آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آپ کے بعد آپ کے بچے سلسلہ کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ اور اپنے والد کی طرح سلسلہ کے فدائی تھے۔ آپ کی نسل سے تعلق رکھنے والے بہت سے افراد کو سلسلہ کی خدمت کی توفیق ملتی رہی اور اب تک حاصل ہو رہی ہے۔

اخلاقِ فاضلہ

حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب کی پاکیزہ اور دیندارانہ طبیعت، رزقِ حلال کا شوق، صحبتِ صالحین کی تڑپ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کے پاک مسیح سے عشق، تقویٰ، اخلاص، عہد و پیمان کی پاسداری، آپ کا دینی خدمات کے لئے خود کو وقف کرنا، امام الزمان کی دل و جان سے اطاعت اور وفاداری جیسے اوصاف کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب نے آپ کے بارے میں بجا طور پر فرمایا ہے:

پیکر ایمان و عرفان مہبط نُور یقین
جانِ اخلاص و مروت نازش ارباب دیں
خیر خواہِ دوستاں سرمایہ مہر و وفا
زندہ دار عہد و پیماں پاک باز و پاک بیں

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان ۲۰ دسمبر ۱۹۲۷ء)

آپ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر حکم کی اطاعت کیا کرتے اسی طرح آپ کو حضور کے معمولات کی اتباع کرنے کا بھی بے حد شوق تھا۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور تہجد کے عادی تھے۔ نماز میں ہمیشہ صف اول میں آنے کے عادی تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ بہت کم اتفاق ہوُا ہوگا کہ وہ اس سے قاصر رہے ہوں۔ آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سادہ لباس زیب تن کرتے۔ سادہ کُرتہ، شلوار، دیسی جوتا (جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنتے تھے) اور سر پر بغیر کُلّہ کے پگڑی باندھتے تھے۔

(روزنامہ الفضل ۲۱/ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

راستبازی، معاملات میں حد درجہ صفائی اور دیانت وامانت کا بہترین نمونہ تھے۔ ہر ایک کے دُکھ درد میں شریک ہوتے۔ آپ کے دل میں دوسروں کی ہمدردی کا بے حد جوش تھا۔ خاص طور پر آپ قرابت داروں کے حقوق کا بے حد خیال رکھتے۔

آپ اگرچہ خلوت پسند تھے لیکن کسی سے ملتے تو ہمیشہ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملا کرتے۔ انہیں قریب سے دیکھنے والے یہ گواہی دیتے ہیں کہ کسی شخص کو کبھی بھی ان سے رنج یا تکلیف نہیں پہنچی۔

حضرت عبداللہ سنوری صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو عاشقانہ تعلق تھا اس کی وجہ سے وہ ہر دم حضورؑ کی صحبت میں رہنا چاہتے تھے۔ لیکن حضورؑ نے ان کو دنیا کے کاروبار سے بالکل منقطع ہو کر قادیان ہی میں بیٹھے رہنے کا نہیں فرمایا۔ بلکہ مختلف صورتوں میں کاروبار اور تعلقات ملازمت کو قائم رکھنے کی ہدایات فرماتے۔ اور حقیقت میں یہ سلسلہ ملازمت بہت ہی مفید اور بابرکت ہوُا۔

شروع میں آپ نو گاؤں میں پٹواری تھے اور تنخواہ ۵۵ روپے سالانہ تھی۔ آپ نے اپنا تبادلہ تحصیل پائل میں کروالیا۔ لیکن وہاں جانے کے بعد دل بالکل نہ لگا کیونکہ وہاں کوئی (بیت الذکر) نہ تھی اور یہ ہندو جاٹوں کا گاؤں تھا۔ آپ نے بہت بے قراری سے حضورؑ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی کہ نو گاؤں میں واپس چلا جاؤں۔ حضورؑ نے فرمایا ''جلدی نہیں کرنی چاہئے اپنے وقت پر یہ خود بخود ہو جائے گا۔'' کچھ عرصہ بعد آپ کا تبادلہ غوث گڑھ ہو گیا۔ جہاں پر آپ کا اتنا دل لگا کہ نو گاؤں کی خواہش دل سے نکل گئی۔ اور آپ نے حضورؑ کے فرمان کی یہ تاویل کر لی کہ چونکہ غوث گڑھ مسلمانوں کا گاؤں ہے اور اس میں (بیت) بھی ہے اور یہاں دل بھی لگ گیا ہے۔ اس لئے حضورؑ کے فرمان کے یہی معنی ہوں گے جو پورے ہو گئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد نو گاؤں کا حلقہ بھی خالی ہو گیا اور تحصیلدار نے آپ کی ترقی کی سفارش کرتے ہوئے لکھا کہ ترقی کی یہ صورت ہے کہ آپ کو علاوہ غوث گڑھ کے نو گاؤں کا حلقہ بھی جس کی تنخواہ ۵۵ روپے سالانہ تھی دے دیا جائے۔ یہ سفارش مہاراج سے منظور ہوگئی اور اس طرح آپ کے پاس غوث گڑھ اور نو گاؤں دونوں حلقے آ گئے۔ اس طرح ترقی بھی ملی اور تنخواہ بھی ۱۱۰ روپے سالانہ ہوگئی۔ حضرت میاں عبداللہ سنوری

صاحب فرماتے ہیں کہ یہ خدا کا ایک خاص اقتداری فعل تھا ورنہ نو گاؤں غوث گڑھ سے پندرہ کوس کے فاصلے پر تھا اور درمیان میں کئی حلقے ہیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

حضرت منشی صاحب اپنی ملازمت کے دوران قریباً چالیس سال (۱۸۸۵ء تا ۱۹۲۵ء) موضع غوث گڑھ ریاست پٹیالہ میں مقیم رہے۔ جماعت غوث گڑھ کو احمدیت کا نور حضرت منشی صاحب کی وساطت سے ملا۔ وہاں اکثر لوگوں نے دلائل و براہین سے نہیں بلکہ منشی صاحب کی عملی زندگی اور تقویٰ وطہارت کو دیکھ کر احمدیت قبول کی۔ کیونکہ خود احمدیت کے نور سے پورے طور پر منور تھے اور شمع ہدایت سے براہ راست روشنی پائی تھی اس لئے دوسروں کی فوری ہدایت کا موجب بن گئے۔ یہ جماعت تعلیمی لحاظ سے بہت پیچھے تھی۔ لوگ سادہ اور فطرتاً نیک تھے۔ استاد کامل تھا۔ منشی صاحب کی وجہ سے غوث گڑھ کے اردگرد بھی جماعتیں قائم ہوئیں۔ چک لوہٹ بہت بڑی جماعت تھی۔ نماز باجماعت کی پابندی کی تاکید، قرآن کریم کا درس، قادیان کی مرکزی تحریکات کو جماعت تک پہنچانا اور ان پر عمل کرانا، حضرت اقدسؑ اور ان کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء سے جماعت کے لوگوں کی ذاتی ملاقاتوں کا اہتمام کرانا، لوگوں کو فسق وفجور سے محفوظ رہنے اور ان میں احمدیت کی صحیح روح پیدا کرنے کی تگ ودو کرنا، نوجوانوں پر خاص نظر رکھنا اور ان کی قوتوں کو سلسلہ کی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنا۔ لوگوں کے خانگی معاملات وتنازعات کو دُور کر کے محبت اور پیار کی فضا ساز گار رکھنا۔ یہ وہ موٹی موٹی باتیں ہیں جن کے لئے منشی صاحب ساری عمر کوشاں رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک مرثیے میں آپ کے انہی

اخلاق کا ذکر حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر ناظر اعلیٰ (قادیان) یُوں فرماتے ہیں:

تیری وہ راستی تیری دیانت تیری سچائی
تیری شفقت تیرے اخلاق تیری پاک دامانی
ان اوصاف حمیدہ نے مسخر کر لیا آخر
اُنہیں جو رات دن رہتے تھے محوِ شغل شیطانی
جماعت غوث گڑھ کی تیرے انفاس مقدس نے
بنائی اور دی تعلیم اخلاقی و روحانی
رہا تو جس جگہ آنکھوں میں اور دل میں جگہ پائی
دلوں پر حکمرانی کی دلوں کی کی نگہبانی

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان یکم نومبر ۱۹۲۷ء)

آپ کے زہد وتقویٰ کا غیروں پر یہ اثر تھا کہ کئی مواقع پر ایسا ہوا کہ آپ اپنا چندہ مرکز میں بھجواتے تو ہندو اور سکھ بھی اپنا چندہ پیش کرتے اور کہتے منشی جی ہمارا چندہ بھی قادیان بھجوا دیں۔ غوث گڑھ کے رہنے والے محترم محمد یوسف صاحب سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ کا بیان ہے کہ آپ کے حلقہ پٹوار کے بعض غیر احمدی لوگوں نے ان سے ذاتی طور پر بیان کیا کہ ہم نے عبداللہ سنوری صاحب جیسا بزرگ انسان نہیں دیکھا۔ وہ بہت نیک پارسا بلکہ ولی اللہ تھے۔ دیہات کی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ رنجش، عائلی مسائل اور جھگڑے اور جھمیلے عام طور پر ہو جاتے ہیں۔ بات ذرا اور بڑھ جائے تو پولیس کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ حضرت منشی صاحب حالات پر کڑی نظر

رکھتے تھے۔گاؤں کے لوگوں پر آپ کی بات کا بہت نیک اثر تھا۔جھگڑوں کی صورت میں فوراً حکمت و دانائی کے ساتھ معاملات طے کروا دیتے۔ایک دفعہ گاؤں کے باہر ایک تھانیدار ملا۔اس نے از راہِ تفاخر حضرت منشی صاحب سے کہا کہ اپنا گاؤں تو دکھا دیں۔منشی صاحب نے فرمایا ہمارا گاؤں غریب ہے دیکھ کر کیا کرو گے۔غوث گڑھ کے محترم چوہدری عطا محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ منشی صاحب کی زندگی میں اور بعد میں بھی ایک عرصہ تک پولیس غوث گڑھ نہیں آئی۔

منشی عبداللہ صاحب محنت کے عادی اور بیکار رہنے کے دشمن تھے۔اپنی عمر کے آخری وقت تک برابر کام کرتے رہے۔۱۹۲۵ء میں ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ مستقل طور پر قادیان ہی آ گئے تھے اور یہاں آ کر بھی فارغ نہ رہے بلکہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے فارم کی نگرانی کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:

''مرحوم نے اس انتظام کو ایسی خوبی کے ساتھ نبھایا کہ میں اس کے تفکرات سے قریباً بالکل آزاد ہو گیا۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۰۸)

آخری ایام اور وفات

حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب نے ۶۶ سال کی عمر پائی۔آپ کی صحت بالعموم اچھی رہی۔آخری عمر میں بڑھاپے کے باوجود آپ کے قویٰ نہایت عمدہ اور مضبوط تھے۔البتہ سر میں رعشہ کی تکلیف کچھ عرصہ رہی۔ستمبر ۱۹۲۷ء کے آخری ہفتے میں آپ نمازِ فجر کی سُنتیں ادا کر رہے تھے کہ آپ کے جسم کی دائیں طرف فالج کا حملہ

ہوا اگرچہ بہت شدید تھا تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے حواس درست رہے لیکن بولنے کی سکت نہ رہی اور کھانے پینے میں دقّت ہونے لگی۔ہر قسم کی طبّی امداد مہیا کی گئی لیکن رفتہ رفتہ کمزوری بڑھتی گئی۔مگر چہرے پر مسرت اور اطمینان کے آثار ہر وقت نمایاں رہتے۔جب بھی کوئی شخص عیادت کے لئے جاتا اس کی طرف خندہ پیشانی سے ہاتھ بڑھا دیتے۔اُس کی باتوں کو سُنتے اور کبھی کبھی سر ہلا کر یا آنکھ کے اشارے سے اس کا جواب بھی دیتے۔کسی قسم کی گھبراہٹ اور بے چینی نہ تھی۔ہر ایک دیکھنے والا سمجھ سکتا تھا کہ آپ زندہ ہی خدا تعالیٰ کی جنت میں ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اُن دنوں شملہ تشریف لے گئے ہوئے تھے۔اور منشی صاحب شاید حضور کی آمد ہی کے منتظر تھے۔کوئی دو ہفتے کی بیماری میں ۵/اکتوبر کو کسی قدر شدّت پیدا ہوئی۔قادیان واپسی کے بعد ۶/اکتوبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کی عیادت کو تشریف لے گئے۔جس کے بعد اُن کا آخری وقت قریب ہونے لگا۔اور اگلے روز ۷/اکتوبر ۱۹۲۷ء کو بروز جمعہ ۱۱ بجے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک کا دیا ہوا صابن کا ایک ٹکڑا، بالوں میں لگانے کے لئے تیل کی ایک چھوٹی بوتل اور عطر کی ایک چھوٹی شیشی رکھی ہوئی تھی۔اسی صابن سے غسل دینے کے بعد یہی تیل اور عطر آپ کے بالوں وغیرہ کو لگایا گیا۔اور آپ کی وصیت کے مطابق سرخی کے چھینٹوں والا اعجازی کُرتہ آپ کو پہنایا گیا۔لوگ نہایت شوق اور درد و رقّت کے ساتھ آپ کے جسد خاکی کو دیکھتے رہے جو اس کرتہ میں ملبوس عجیب شان کا حامل

تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے خطبہ جمعہ کے بعد آپ کے انتقال کے متعلق نہایت رقّت انگیز تذکرہ کے آغاز میں فرمایا:

''مولوی عبداللہ سنوری صاحب اپنے اخلاص کے لحاظ سے جو درجہ رکھتے تھے وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت صاحب کے پرانے خادموں میں سے تھے۔ اُن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف موقعوں پر بہت کچھ لکھا ہے۔ ان کی وفات ایک بہت بڑا صدمہ ہے .....۔''

(روزنامہ الفضل ۱۱؍اکتوبر ۱۹۲۷ء)

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد حسبِ اعلان لوگ بہشتی مقبرہ کے متصلہ باغ میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ جنازے کو کندھا دینے والوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ آدمی پر آدمی گرا پڑتا تھا۔ جنازہ میں لوگ اِس کثرت سے شریک ہوئے کہ اس سے قبل قادیان میں کسی جنازے میں اتنا مجمع نہیں دیکھا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تشریف آوری تک مردوں اور عورتوں کے بہت بڑے ہجوم نے حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب اور سُرخی کے چھینٹوں والے مقدس کُرتے کی آخری زیارت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی میت کو کندھا دیا۔اس کے بعد نماز جنازہ پڑھائی اور نعش مبارک مقبرہ بہشتی قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار کے قریب قطعہ خاص میں دفن کی گئی۔

اسی سال جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تقریر دلپذیر میں بزرگ ہستیوں کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نہایت افسوس کے ساتھ ان چند احباب کی جدائی پر اظہار

رنج و ملال کرتا ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی مشیت نے اِس سال ہم سے جُدا کر لیا۔ان میں مقدم وجود مولوی عبداللہ سنوری صاحب کا ہے۔ میرے نزدیک ہر سلسلہ کے خادم اور ہر (دین حق) کے خدمت گزار کا جدا ہونا بہت رنج اور تکلیف کی بات ہے مگر مولوی عبداللہ سنوری صاحب سلسلہ کے خادم ہی نہ تھے بلکہ اپنے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نشان بھی رکھتے تھے جو ان کے دفن ہونے کے ساتھ ہی دفن ہو گیا۔''

(تقریر دلپذیر صفحہ ۵)

پھر حضور فرماتے ہیں:

''اِن باتوں کا اظہار مَیں نے اس لئے کیا ہے تا جماعت میں احساس پیدا ہو کہ جو وجود سلسلہ کے خدمت گزار اور قابل قدر ہوں اُن کے لئے محبت اور الفت کے جذبات پیدا ہوں.....ان سے اپنے اخلاص کا اظہار کیا جائے۔''

(تقریر دلپذیر صفحہ ۷،۸)

خدا کرے کہ ہم حضرت مصلح موعود کی اِس خواہش کو پورا کرتے رہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب جیسے مقدس وجودوں کی عادات و اطوار اپنا کر خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق پائیں۔آمین۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

نام کتاب .... حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب
طبع .... اوّل
پبلشر .... قمراحمد محمود
مطبع .... ضیاءالاسلام پریس ربوہ

اس کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں مکرم چوہدری محموداحمد صاحب نے اپنی والدہ محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ (مرحومہ) اہلیہ مکرم چوہدری بشیراحمد صاحب دستگیر سوسائٹی کراچی کی طرف سے اعانت فرمائی ہے۔
فجزاهم الله احسن الجزاء